سید اکرام الحق جاوید

پیروں کا خمیازہ اولاد کو بھگتنا پڑتا ہے (ہائیکورٹ)

لاہور ہائی کورٹ نے تھانہ رنگ پور سیالکوٹ کے ایک مقدمہ کی سماعت کے دوران قرار دیا ہے کہ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ لوگ آج بھی دقیانوسی خیالات رکھتے ہیں جس سے کئی ایک معاشرتی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ دیہاتی خواتین ''پیروں'' پر پہلے اندھا اعتماد کرتی ہیں اور بعد میں اس کا خمیازہ ان کی اولاد کو بھگتنا پڑتا ہے۔ سیالکوٹ کی شازیہ بی بی نے فاضل عدالت کو بتایا کہ اس کی 14 سالہ بیٹی سائرہ کسی پراسرار بیماری کا شکار ہوگئی۔ ڈاکٹر اُس کے مرض کی تشخیص نہ کرسکے۔ جس پر اس نے محبوب نامی ایک پیر سے رجوع کیا۔ پیر صاحب اس کے گھر آنا جانا شروع ہوگئے۔ ایک روز جب وہ گھر میں موجود نہ تھی تو تنہائی کا فائدہ اٹھا کر محبوب نے اس کی بیٹی سے بد اخلاقی کی۔ تھانہ رنگ پور کی پولیس محبوب کے خلاف مقدمہ درج کرنے کی بجائے الٹا اس کو تحفظ دے رہی ہے۔

یہ ایک ایسی خبر ہے جو کبھی خیر کی نہیں ہوئی۔ گاہے گاہے یہ افسوسناک واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ کچھ منظر عام پر آجاتے ہیں کچھ ''تقدسِ مشائخ'' کے نظریے میں غرقِ خاک ہو جاتے ہیں۔ ہائیکورٹ نے جس طرح دیہاتی خواتین کا ذکر کیا ہے اس سے مراد قطعی طور پر یہ نہیں ہے کہ یہ وہی خواتین ہیں جو کچی سڑکوں والے گاؤں اور لالٹینوں والے گھروں میں رہتی ہوں بلکہ اس کا تعلق جہالت، پسماندگی اور دین سے دوری سے بنتا ہے۔ شہروں میں بسنے والی خواتین کی اکثریت بھی اسی قسم کے خیالات کی حامل ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ بیرون ملک جو پاکستانی خواتین جدید ترین معاشروں کا حصہ بن جاتی ہیں وہ بھی ایسے شیطانی پیروں کی دستبرد سے محفوظ نہیں ہیں۔ کمزور عقیدے اور ہندومت کے کلچر سے متاثر خواتین و مرد اکثر پیروں کی شہوانی خواہشات کا حصہ بنتی رہتی ہیں۔

دیکھنا یہ ہے کہ یہ کون لوگ ہیں جو شرافت کے لبادے پر سیاہ دھبا ہیں۔ دستارِ احترام کو نذر آتش کرتے ہیں۔ عقیدت کے پھولوں کی پتیاں بکھیرتے ہیں۔ روحانیت و شفقت کے دامن کو تار تار کرتے اور معصوم عصمتوں کو اجاڑتے ہیں۔ یہ لوگ ایک خاص گروہ کا حصہ ہوتے ہیں جو اپنے مفاد کے حصول کیلئے کوئی روپ بھی دھار لیتے ہیں اور کوئی گناہ بھی دھڑلے سے کر لیتے ہیں جیسے شر پسندوں اور تخریب کاروں نے علماء کی صفوں میں پناہ لے رکھی

ہے۔ جیسے ڈرگ مافیا نے سیاستدانوں کا نام اپنا رکھا ہے، جیسے قبضہ گروپوں نے سماجی رہنما کا کردار مسخ کر کے رکھ دیا ہے بالکل اسی طرح بعض بدکردار، دین سے ناواقف اور ناموس ملت سے عاری افراد نے ''پیر'' بن کر اپنے کاروبار چمکا رکھے ہیں۔

پیر، پریت، آستانہ، اور مرید کا تصور اور کردار صرف اور صرف متحدہ ہندوستان کا ہی حصہ ہے۔ مشرق وسطیٰ ہو یا مغرب، کہیں بھی یہ کردار دکھائی نہیں دیتا۔ پیر بننے کیلئے نہ پڑھنا پڑتا ہے نہ علم سیکھنے کی کوفت اٹھانا پڑتی ہے۔ کسی جامعہ یا کسی یونیورسٹی کی ڈگری بھی درکار نہیں ہوتی۔ پیر کا عقلمند ہونا، شکل وصورت کا اچھا ہونا۔ کردار کا پختہ ہونا یا شخصیت کا بارعب ہونا۔۔۔۔۔ کچھ بھی درکار نہیں۔ بدصورت، بدکردار، فاتر العقل اور گندا شخص جتنا زیادہ ''دعویٰ پارسائی'' کرے گا لوگ اتنا ہی اسے پہنچا ہوا مانیں گے۔ یہ عجیب تاثر ہے کہ ایک پاگل شخص جسے اپنے پرائے، اچھے برے اور کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں اور جسے کہ اللہ تعالیٰ نے عذاب حشر کے بھی قابل نہیں سمجھا اس کو اللہ کی مخلوق دنیا کا ''عظیم شخص'' قرار دے رہی ہے۔ ہم عام حالات میں اکثر یہ دیکھتے ہیں کہ جتنا زیادہ پاگل ہوگا اسے اتنا ہی ''ولی اللہ'' سمجھتے ہیں۔ اس طرح جہاں ایک پاگل کی توہین ہوتی ہے وہاں اللہ رب العالمین کا رتبہ بھی کم ہوجاتا ہے کہ جسے دنیا والے اپنے معاشرے کا فرد بنانے کو تیار نہیں اسے اللہ کا دوست قرار دے دیا جاتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

اس طرح تو ذہنی امراض کے ہسپتال، کلینک اور پاگل خانے ایسے ہی لوگوں سے بھرے ہوئی دکھائی دیتے ہیں جنہیں نہ صرف زمین کے رموز سے آگاہی ہے بلکہ ان کی پہنچ آسمانوں تک بھی ہے۔ اگر یہی بات صحیح ہے تو ایسے عقیدت مندوں کو چاہیئے کہ پاگل خانے سے ایک ایک ''پہنچا ہوا ولی'' اپنے اپنے گھر لے جائیں تاکہ ان کی من مرادیں پوری ہوجائیں۔

مفاد پرست اور جرائم پیشہ افراد بھی پیر کا لبادہ بڑی آسانی سے اوڑھ لیتے ہیں۔ اس لئے کہ پیری مریدی کرنے کیلئے کوئی میرٹ یا کرائی ٹیریا نہیں رکھا جاتا۔ نہ پیر بننے پر پابندی ہے نہ مرید بننے پر کوئی قدغن۔ جو چاہے سو بن سکتا ہے۔ اس رشتے میں ''عقل'' کا کوئی تعلق نہیں۔ یہاں بات دل کی مانی جاتی ہے۔ عالم، وکیل، صحافی، امام، قاری، سول سرونٹ اور ٹیچر کیلئے تو کوالیفکیشن لازمی ہے لیکن پیر کیلئے کچھ بھی نہیں۔ عبادت کرے نہ کرے، نماز پڑھے نہ روزہ رکھے، گالیاں بکے، جھوٹ بولے، اسے سب کچھ جائز ہے۔ مذہب سیکھا نہ قرآن پڑھا۔ حدیث سے واقف نہ فقہ سے شناسا۔ بس پیر، پیر ہے۔

پیر کیلئے مردان خانہ کم کھلتا ہے زنان خانہ کے چوپٹ زیادہ وا ہوجاتے ہیں۔ وہ مردوں کی بجائے

خواتین میں زیادہ دلچسپی رکھتا ہے۔ وہ ڈرائنگ روم کی زینت بننے کی بجائے بیڈروم میں زیادہ آباد ہونے لگتا ہے۔ مرید اس کے فضائل بیان کرتے ہیں اور مریدنیاں اس کی ہوس کاری کا ناز اٹھانے لگتی ہیں۔ عصمت دری کا یہ گھناؤنا کاروبار خواتین ہی کے ذریعے پرورش پانے لگتا ہے۔ بے اولاد خواتین، اس کا لقمہ تر ہوتی ہیں اور پھر ''آس امید'' کے بعد تو اس کا حق بن جاتا ہے کہ وہ کسی کے آنگن میں کتنے پھول کھلاتا ہے۔ جب یہ گل کھلتے ہیں تو مردوں کی غیرت اندھی ہو جاتی ہے اور پیر کو ''فضل ربی'' قرار دے کر اپنی خواتین کو پیر کے چنگل میں خود دے دیتا ہے۔ اس پر علماء سو کی زبانیں چپ سادھ لیتی ہیں۔ مشائخ کی روحانیت کے قائل گونگے ہو جاتے ہیں، اور ''پیروں کی برکات'' سے مستفید ہونے والے اس گناہ کو ''پیر کی نظر کرم'' سمجھنے لگتے ہیں۔ دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ اور اس طرح بڑوں کے ہر گھر میں چھوٹے چھوٹے غنچے بھی مسلنے لگ جاتے ہیں۔ پیر کی ہوس کی تپش معصوم کلیوں کو جھلسا کے رکھ دیتی ہیں۔ اس کی کوئی تحقیق ہوتی ہے نہ کوئی تفتیش۔ ایک زمانہ ہے کہ جو پیروں پر حرف گیری کو گناہ سمجھتا ہے لیکن یہ گناہ ناقابل معافی اور ناقابل برداشت ہے۔ ایسے واقعات سے ان لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو ''تصورِ شیخ'' میں غرقاب ہو جاتے ہیں اور مشائخ ایسے لوگوں کے گھروں میں غوطے پر غوطہ لگاتے رہتے ہیں۔

ایسی بدکرداری کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو گستاخ قرار دینا اور ولیوں کے منکر جیسے الفاظ سے یاد کرنا کل بھی جہالت تھا اور آج بھی علم سے دوری کا ثبوت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ہر خاتون کو ہر اس شخص سے پردہ کرنے کا حکم دیا ہے کہ جس سے اس کا نکاح ہو سکتا ہے۔ پیر ہو یا عالم دین۔ کوئی بھی ہو وہ غیر محرم ہے اور غیر محرم سے پردہ فرض ہے لیکن ہمارے جاہل معاشرے میں پیری مریدی باقاعدہ کاروبار بن گیا ہے۔ ہائیکورٹ نے جس قسم کے پیروں کے بارے میں ریمارکس دیتے ہوئے عورتوں کے دقیانوسی خیالات کا حوالہ دیا ہے وہ ہر جگہ یکساں ہیں۔ وہ مردوں میں بھی اتنے ہی راسخ ہیں۔ مرد جب گھر سے باہر ہوتا ہے تو خاتون خانہ ایسے ہی پیروں کا لقمہ تر بن جاتی ہے۔ بیمار کو شفا ہو نہ ہو، عورت کی چادر عصمت تار تار ضرور ہو جاتی ہے اور وہ کسی کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتی۔

ہمارے ہاں ''پیروں'' کو اللہ کا ایسا نائب سمجھا جاتا ہے جو اللہ کی سی طاقتوں میں سے چند ایک پر پوری طرح گرفت رکھتا ہو۔ پیر ہی شفا دیتا ہے اور وہی لڑکا، لڑکی بھی۔ ''پیراں دتا'' کا نام خود اس کی غمازی کرتا ہے۔ رزق میں فراخی کا کنٹرول بھی پیر کے پاس سمجھا جاتا ہے۔ گھر میں تنگی ترشی ہو یا جھگڑا فساد، ساس بہو کی لڑائی ہو یا خاوند کو زیر کرنے کا عمل، یہ سب کچھ پیروں کی کرامات سے دور ہونے کا یقین خواتین کو کسی قابل نہیں چھوڑتا۔ اب

ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے پیروں کو نہ صرف گھروں میں نہ گھسنے دیا جائے بلکہ ''پیری مریدی'' کے دھندے کو طشت از بام کیا جائے۔ گھر میں آیا ہوا ایک بدکردار پیر ایسے ہی ہوتا ہے جیسے کسی گلّے میں کوئی چیتا گھس آئے اور پورے کا پورا ریوڑ اس کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ راہ ہدایت ملنے کی بجائے اگر گناہ اور معصیت ہی ملتا ہے تو اس کے لئے اتنے بھی تردد کی کیا ضرورت ہے۔

گھروں کے سربراہ مرد حضرات پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کسی پیر کا مرید ہونے سے پہلے اچھی طرح چھان پھٹک کرلیں کہ اس کا پکڑا ہوا پیر اس کے گھر پر تو ''حملہ آور'' نہیں ہو جائے گا۔ پھر بے تحاشہ نذرانے، زیورات اور بہترین کھانے، تحائف نہ جانے کیا کیا پیروں کو پیش کیا جاتا ہے۔ آخر یہ سب کچھ کس لئے؟؟؟ یہ رسک کیوں لیا جاتا ہے؟؟ اس لئے کہ قیامت کے روز پیر بخشوا لے گا۔ ناں ناں۔ اس کے لئے تو قرآن وحدیث کی تعلیمات کافی ہیں۔ پیروں کے پیر سیدنا حضرت محمد ﷺ جو انبیاؑ کے بھی سردار ہیں ان کا لایا ہوا قرآن اور ان کے فرمان ہی آخرت میں نجات کا ذریعہ ہوں گے۔ وہاں آپؐ کی شفاعت درکار ہوگی۔ یہ بدکردار پیر اور عصمتوں کے ڈاکو اور لٹیرے نہ جانے وہاں کدھر ہونگے!! وما علینا الا البلاغ۔

پروفیسر احمد ساقی، قاری محمود الحسن اور قاری نوید الحسن صاحبان کو صدمہ

پروفیسر احمد ساقی، اور قاری محمود الحسن کی والدہ محترمہ اور قاری نوید الحسن کی نانی جان جو کہ ملک کے معروف شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالویؒ کی بیوہ تھیں گزشتہ دنوں وفات پا گئیں۔ مرحومہ انتہائی متقیہ، پرہیز گار اور تہجد گزار خاتون تھیں انہوں نے اپنی اولاد کی صحیح اسلامی تربیت کی جو ان کیلئے صدقۂ جاریہ ہے۔

حضرت مولانا حافظ محمد عبدالمنعم فاروقی کا سانحہ ارتحال

حضرت مولانا عبدالتوابؒ ملتانی کے پڑپوتے، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری کے تلمیذ، فاروقی کتب خانہ بوہر گیٹ ملتان کے منتظم حافظ محمد عبدالمنعم فاروقی 22 دسمبر بروز بدھ بعد نماز مغرب طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ ان کی نماز جنازہ شیخ الحدیث مولانا محمد رفیق اثری صاحب نے پڑھائی۔ انہوں نے اپنے پسماندگان میں عبدالمقتدر، عبدالتواب، عبدالسبحان، تین بیٹے، چھ بیٹیاں، ایک بیوہ سوگوار چھوڑے ہیں۔

ادارہ حرمین و جامعہ اور جماعت جہاں ان کی مغفرت تامہ اور پسماندگان کیلئے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے وہاں ورثاء کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین)